باب 5

عورتوں نے بدل ڈالی دنیا
(Women Change the World)

4718CH05

پچھلے باب میں ہم نے دیکھا کہ عورتوں کے گھر کے کام کو بطور کام تسلیم نہیں کیا جاتا۔ ہم نے یہ بھی پڑھا کہ کیسے گھریلو کام کرنا اور خاندان کے افراد کی نگہداشت کرنا ایک کل وقتی کام ہے۔ یہ کام کب شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے اس کے لیے مخصوص وقت نہیں ہے۔ اس باب میں ہم گھر کے باہر کے کام کا جائزہ لیں گے اور جانیں گے کہ کس طرح کچھ پیشے، عورتوں کے مقابلے میں مردوں کے لیے زیادہ مناسب مانے جاتے ہیں۔ ہم یہ بھی سیکھیں گے کہ کس طرح عورتیں مساوات کے لیے جدوجہد کرتی ہیں۔ تعلیم کی حصول یابی پہلے بھی اور اب بھی ایک راستہ ہے جس میں عورتوں کے لیے نئے مواقع پیدا کیے گئے۔ اس باب میں مختصراً مختلف قسم کی کوششوں کا پتہ لگایا جائے گا جو عورتوں کی تحریک کے ذریعہ حالیہ برسوں میں امتیاز اور غیر مساوات کا مقابلہ کرنے کے لیے کی گئی ہیں۔

© NCERT not to be republished

کون کیا کام کرتا ہے؟

نیچے دیے گئے لوگوں کی تصویریں بنائیے۔

ایک کسان

ایک فیکٹری ملازم

ایک نرس

ایک سائنس داں

ایک پائلٹ(جہاز اڑانے والا)

ایک استاد

نیچے دیے گئے خانوں کو بھریے۔ دیکھیے کہ آپ کی کلاس نے کون کون سی تصویریں بنائیں۔ ہر پیشے کے لیے مردوں اور عورتوں کی تصویروں کی تعداد الگ الگ جوڑیے۔

قسم	مرد کی تصویر	عورت کی تصویر
استاد		
کسان		
فیکٹری ملازم		
نرس		
سائنسداں		
پائلٹ		

کیا یہاں مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی زیادہ تصویریں ہیں۔

کس قسم کے کاموں میں عورتوں کی تصویریں مردوں کے مقابلے میں زیادہ تھیں؟

کیا تمام نرسوں کی بنائی گئی تصویریں عورتوں کی ہیں۔ کیوں؟

کیا کسان عورتوں کی تصویریں کم ہیں۔ اگر ایسا ہے تو کیوں؟

© NCERT not to be republished

ہندوستان میں کام کرنے والی عورتوں میں 83.6 فیصد عورتیں زراعت کے کاموں میں مشغول ہیں۔ ان کے کام شجرکاری، نرائی (گھاس پھوس کی صفائی) فصل کٹائی اور دانے گاھنا (Threshing) پر مشتمل ہیں۔ تب بھی جب ہم کسان کے بارے میں سوچتے ہیں تو صرف مردوں کے بارے میں ہی سوچتے ہیں۔

ماخذ: NSS 61st Round (2004-05)

روزی میڈم کی کلاس میں 30 بچے ہیں۔ انھوں نے بھی اپنی کلاس میں ویسی ہی مشق کی اور نتائج یہاں موجود ہیں۔

قسم	مرد کی تصویر	عورتوں کی تصویر
استاد	5	25
کسان	30	0
فیکٹری ملازم	25	5
نرس	0	30
سائنس داں	25	5
پائلٹ	27	3

آپ کے کلاس کی مشق کا روزی میڈم کے کلاس کی مشق سے کس طرح موازنہ کیا جاسکتا ہے؟

© NCERT not to be republished

کم مواقع اور سخت توقعات

(Fewer Opportunities and Rigid Expectations)

روزی میڈم کی کلاس میں زیادہ تر بچوں نے عورتوں کو نرس کی حیثیت سے اور مردوں کو فوجی افسر کی حیثیت سے پیش کیا۔ ایسا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے محسوس کیا کہ گھر کے باہر بھی عورتیں صرف کچھ مخصوص کام کے لیے موزوں ہیں۔ مثال کے طور پر بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عورتیں ایک بہتر نرس بن سکتی ہیں وہ زیادہ صبر کرنے والی اور شریف ہوتی ہیں۔ یہ بات خاندان کے اندر عورت کے کردار (Role) سے جڑی ہے۔ اسی طرح یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سائنس کے لیے ایک ٹیکنیکل دماغ (Technical Mind) کی ضرورت ہوتی ہے اور لڑکیاں اور عورتیں ان ٹیکنیکل چیزوں سے نپٹنے کے قابل نہیں ہوتیں۔

چوں کہ بہت سے لوگ انھیں گھسی پٹی باتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ اس لیے بہت سی لڑکیوں کو اس طرح کی مدد نہیں مل پاتی جو لڑکوں کو تعلیم اور تربیت سے ڈاکٹر اور انجینئر بننے

بندھے ٹکے تصورات کو توڑنا (Breaking Stereotypes)

انجن ڈرائیور مرد ہوتے ہیں۔ لیکن 27 سالہ لکشمی لکڑا جھارکھنڈ کے ایک غریب قبائلی خاندان (Tribal family) سے تعلق رکھتی ہے اس نے چیزوں کو بدلنا شروع کر دیا ہے شمالی ریلوے کے لیے وہ پہلی خاتون انجن ڈرائیور ہے۔

لکشمی کے والدین تعلیم یافتہ نہیں ہیں مگر اپنے بچوں کو تعلیم دلانے کی خاطر انھوں نے سخت جد وجہد کی اور بہت سی مشکلات پر غلبہ حاصل کیا۔ لکشمی نے گھر کے کاموں کے ساتھ ساتھ متفرق کام بھی کیے۔ اس نے تعلیم میں محنت کی اور اچھے نتائج لائی پھر اس نے الیکٹرانکس میں ڈپلوما (Diploma in Electronics) حاصل کیا۔ پھر اس کے بعد ریلوے بورڈ کا امتحان دیا اور پہلی کوشش میں ہی پاس کر لیا۔

لکشمی کا کہنا ہے کہ مجھے چیلینجز (Challanges) سے پیار ہے اور جس لمحہ کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ لڑکیوں کے لیے نہیں ہے تو میں اس بات کو یقینی بناتی ہوں اور آگے بڑھتی ہوں۔ اور اسے کر گزرتی ہوں۔ لکشمی نے ان چیزوں کو کئی بار اپنی زندگی میں کیا۔ جب اس نے الیکٹرانکس (Electronics) لینا چاہا جب اُس نے پالی ٹیکنک (Polytechnic) میں موٹر سائیکل چلائی اور جب اس نے انجن ڈرائیور بننے کا فیصلہ کیا۔

اُس کا فلسفہ آسان ہے ''جب تک میں کسی کو نقصان پہنچائے بغیر لطف حاصل کر سکتی ہوں جب تک میں اچھا کر سکتی ہوں اور اپنے والدین کی مدد کر سکتی ہوں۔ تو کیوں نہ میں اپنی پسند کی زندگی گزاروں''۔

(ڈرائیونگ ہر ٹرین۔ نیتا لال، وومینس فیچر سروس سے لیا گیا اقتباس)

© NCERT not to be republished

نیچے دی گئی کہانی پڑھیے اور سوالوں کے جواب دیجیے۔

اگر آپ زیویر (Xavier) ہوتے تو آپ کون سا مضمون چنتے اور کیوں؟

آپ اپنے تجربے سے بتائیے کہ لڑکوں پر اور کون سے دوسرے دباؤ ہوتے ہیں؟

کے لیے حاصل ہوتی ہے جب لڑکیاں اسکول کی تعلیم پوری کر لیتی ہیں تو ان کو ان کے خاندان کے ذریعے شادی کو زندگی کے اہم مقصد کی حیثیت سے دیکھنے کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

یہ سمجھنا اہم ہے کہ ہم ایک ایسے سماج میں رہتے ہیں جس میں تمام بچے اپنے ارد گرد کی دنیا کے دباؤ کا سامنا کرتے ہیں۔ کبھی کبھی یہ بڑوں کے مطالبات کی شکل میں ہوتا ہے اور بعض اوقات یہ ہمارے دوستوں کی غیر منصفانہ چھیڑ چھاڑ کی وجہ سے ہوسکتا ہے۔ لڑکوں پر ایک اچھی تنخواہ کی نوکری حاصل کرنے کا دباؤ رہتا ہے۔ اگر وہ دوسرے بچوں کی طرح برتاؤ نہیں کرتے تو ان کو چھیڑا اور دھمکایا جاتا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ چھٹی

زیویر (Xavier) اپنے دسویں کلاس کے بورڈ امتحان کے نتائج سے بہت خوش تھا۔ حالانکہ سائنس اور ریاضی میں اس کے نمبر زیادہ نہیں تھے۔ اس نے اپنے پسندیدہ مضامین تاریخ اور زبانوں میں اچھے نمبر حاصل کیے ہیں۔ پھر بھی جب اس کے والدین نے رپورٹ کارڈ دیکھا تو بالکل بھی خوش نہیں ہوئے۔

© NCERT not to be republished

جماعت کی کتاب میں آپ نے پڑھا کہ کیسے لڑکوں کی شروعاتی عمر میں دوسروں کے سامنے نہ رونے پر زور دیا جاتا ہے۔

تبدیلی کے لیے سیکھنا (Learning for Change)

اسکول جانا آپ کی زندگی کا انتہائی اہم حصہ ہے۔ چونکہ زیادہ سے زیادہ بچے ہر سال اسکول میں داخل ہورہے ہیں ہم یہ سوچنا شروع کر دیتے ہیں کہ تمام بچوں کے لیے اسکول جانا ایک عام سی بات ہے۔ آج ہمارے لیے یہ تصور کرنا مشکل ہے کہ اسکول جانا اور علم حاصل کرنا کچھ بچوں کے لیے نامناسب یا پہنچ سے باہر تھا۔ لیکن ماضی میں لکھنے اور پڑھنے کی صلاحیت چند لوگوں تک ہی محدود تھی۔ زیادہ تر بچوں نے وہی کام سیکھا جو کہ ان کے خاندان والے یا بڑے کیا کرتے تھے۔ لڑکیوں کے لیے حالات بدتر تھے۔ معاشرے میں لڑکوں کو پڑھایا اور لکھایا جاتا تھا لیکن لڑکیوں کو حروف سیکھنے تک کی بھی اجازت نہیں تھی جب کہ ان خاندانوں میں جہاں مہارت جیسے کہ مٹی کے برتن بنانا، بنائی اور دستکاری سکھائی جاتی تھی۔ عورتوں اور لڑکیوں کی مدد صرف سہارے کے طور پر دیکھی جاتی تھی۔ مثال کے طور پر مٹی کے برتنوں کی تجارت میں عورتیں برتن بنانے کے لیے مٹی اکٹھا کرتی تھیں اور برتنوں کے لیے زمین تیار کیا کرتی تھیں۔ چونکہ وہ پہیہ (Wheel) نہیں چلاتی تھیں ان کو کمہار کی حیثیت سے دیکھا جاتا تھا۔

انیسویں صدی میں تعلیم اور سیکھنے کے بارے میں بہت سارے افکار ظہور میں آئے۔ اسکول بہت عام ہو گئے۔ اور وہ طبقات جنھوں نے کبھی پڑھنا اور لکھنا نہیں سیکھا تھا۔ انھوں نے اپنے بچوں کو اسکول بھیجنا شروع کر دیا۔ پر لڑکیوں کو تعلیم دینے کی تب بھی سخت مخالفت ہوتی تھی۔ پھر بھی بہت سارے مردوں اور عورتوں نے لڑکیوں کے لیے اسکول کھولنے کی کوششیں کیں۔ لڑکیوں نے پڑھنا لکھنا سیکھنے کے لیے جدوجہد کی۔

رامابائی (1858-1922) کی تصویر ان کی بیٹی کے ساتھ اوپر دکھائی گئی ہے۔ انھوں نے تعلیم نسواں کی پُرزور حمایت کی۔ وہ کبھی اسکول نہیں گئیں لیکن انھوں نے اپنے والدین سے لکھنا اور پڑھنا سیکھا۔ ان کو 'پنڈت' کا لقب دیا گیا۔ کیوں کہ وہ سنسکرت پڑھ اور لکھ سکتی تھیں۔ یہ ان کی ایک غیر معمولی کامیابی تھی کیونکہ اُس وقت عورتوں کو اس طرح کی تعلیم کی اجازت نہیں تھی۔ 1898 میں پونے کے نزدیک کھید گاؤں میں ایک مشن قائم کیا جہاں بیوہ اور غریب عوتوں کو نہ صرف تعلیم حاصل کرنے بلکہ خود پر منحصر ہونے پر بھی ابھارا جاتا تھا۔ ان کو مختلف قسم کی مہارتیں--- بڑھئی کے کام سے لے کر پرنٹنگ پریس (Printing Press) تک چلانا سکھایا جاتا تھا۔ ایسے پیشے جو عام طور پر آج بھی لڑکیوں کو نہیں سکھائے جاتے۔ پرنٹنگ پریس کو تصویر میں سب سے اوپر بائیں کونے میں دکھایا جا سکتا ہے۔ رامابائی کی مہم آج بھی جاری ہے۔

© NCERT not to be republished

آیئے ہم رَش سندری دیوی (1800-1890) کے تجربات کے بارے میں پڑھتے ہیں جو کہ مغربی بنگال میں تقریباً 200 سال قبل پیدا ہوئی تھیں۔ 60 سال کی عمر میں انھوں نے اپنی سوانح حیات بنگلہ زبان میں لکھی۔ ان کی کتاب کا عنوان 'امر جیبان' (Amar Jiban) تھا۔ وہ کسی ہندوستانی عورت کے ذریعے لکھی گئی پہلی سوانح حیات (autobiography) ہے۔ رش سندری دیوی ایک امیر زمیندار خاندان کی گھریلو عورت تھیں اس وقت لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر ایک عورت نے لکھنا اور پڑھنا سیکھ لیا تو وہ اپنے شوہر کے لیے بدنصیب ثابت ہوگی اور وہ بیوہ ہو جائے گی۔ اِس کے باوجود انھوں نے شادی کے ایک عرصے کے بعد خفیہ طور پر خود سے لکھنا اور پڑھنا سیکھا۔

''میں صبح صادق سے ہی کام شروع کر دیتی تھی اور آدھی رات کے بعد تک کام میں مشغول رہتی تھی۔ اس دوران میں کبھی آرام نہیں کرتی تھی۔ میں اس وقت صرف 14

پڑھنا اور لکھنا سیکھ کر کچھ عورتوں نے سماج میں عورتوں کے حالات پر سوال اٹھائے۔ انھوں نے نابرابری کے اپنے تجربات کو بیان کرتے ہوئے کہانیاں، خطوط اور آپ بیتیاں لکھیں۔ انھوں نے اپنی تحریروں میں نئی فکر اور مردوں اور عورتوں دونوں کے جینے کے طریقوں کا تصور پیش کیا۔

رقیہ سخاوت اور ان کا لیڈی لینڈ (Ladyland) یا دنیائے خواتین کا خواب

رقیہ سخاوت حسین (1880-1932) ایک امیر گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ جن کے پاس بہت زمین تھی۔ اگر چہ وہ اردو لکھنا اور پڑھنا جانتی تھیں لیکن ان کو بنگلہ اور انگلش سیکھنے سے روک دیا گیا۔ اُن دنوں انگلش زبان کو ایسی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا جو لڑکیوں کو نئے خیالات سے ہمکنار کر دیتی۔ جس کو لوگ اپنے لیے اچھا نہیں سمجھتے تھے اس لیے اکثر لڑکوں کو ہی انگلش سکھائی جاتی تھی۔ رقیہ نے بنگالی اور انگلش زبانیں اپنے بڑے بھائی اور بہن کی مدد سے لکھنا پڑھنا سیکھا۔ انھوں نے مصنف بننے کے لیے کوششیں جاری رکھیں۔ 1905 میں جب وہ صرف 25 سال کی تھیں انھوں نے انگلش میں مہارت حاصل کرنے کے لیے ایک غیر معمولی کہانی سلطانہ کا خواب (Sultana's Dream) کے نام سے لکھی۔ اس کہانی میں ایک عورت جس کا نام سلطانہ ہے کا ایک تصور ہے۔ سلطانہ ایک ایسی جگہ پہنچتی ہے جسے لیڈی لینڈ کہا جاتا ہے۔ لیڈی لینڈ ایک ایسی جگہ ہے جہاں عورتوں کو پڑھنے، کام کرنے اور نئی ایجادات تخلیق کرنے کی آزادی تھی جیسے بارش کو بادلوں سے قابو کرنا اور ہوائی کاروں کو اڑانا۔ اس لیڈی لینڈ میں مردوں کو تنہائی میں بھیج دیا گیا ہے۔ انکی جارحانہ بندوقیں اور دیگر ہتھیار عورتوں کی عقل کی طاقت سے ہرا دیے گئے ہیں۔ سلطانہ لیڈی لینڈ میں اپنی بہن کے ساتھ سفر کرتی ہے۔ وہی سلطانہ کو اس حقیقت سے بیدار کرتی ہے کہ وہ صرف خواب دیکھ رہی تھی۔

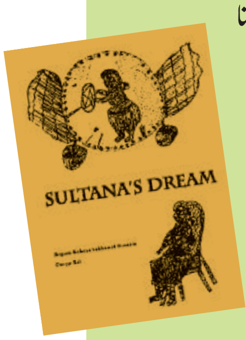

جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ رقیہ سخاوت حسین خواب دیکھ رہی تھیں کہ عورتیں کار اور جہاز اڑا رہی ہیں۔ اس سے بھی بہت پہلے جب کہ لڑکیوں کو اسکول جانے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ اس طریقے سے تعلیم نے رقیہ کی خود کی زندگی تبدیل کر دی۔ رقیہ نے تعلیم کے حصول کو صرف خود تک ہی محدود نہیں رکھا۔ ان کی تعلیم نے صرف ان کو لکھنے اور خواب دیکھنے کا ہی حوصلہ نہیں دیا بلکہ اور بھی بہت کچھ کیا۔ دوسری لڑکیوں کو اسکول جانے میں مدد دی اور خواب دیکھنے کے قابل بنایا۔ 1910 میں انھوں نے کولکاتا میں لڑکیوں کے لیے ایک اسکول شروع کیا۔ وہ اسکول آج بھی چل رہا ہے۔

© NCERT not to be republished

سال کی تھی۔ میری تربیت ایک طویل آرزو کے بعد پوری ہوئی۔ میں پڑھنا سیکھتی تھی۔ میں ایک مذہبی کتاب پڑھا کرتی تھی۔ میں بدقسمت تھی، اس زمانے میں عورتیں تعلیم یافتہ نہیں ہوتی تھیں۔ بعد میں مجھے اپنے ہی خیالات برے لگنے لگے۔ مجھے کیا پریشانی ہے؟ عورتیں پڑھتی نہیں ہیں۔ میں اسے کیسے کروں گی؟ تب میں نے ایک خواب دیکھا۔ میں چیتنیا بھاگوت (ایک سنت کی زندگی) نام کی کتاب پڑھ رہی تھی۔ اسی دن کچھ دیر بعد جب میں باورچی خانہ میں کھانا پکانے بیٹھی میں نے اپنے شوہر کو بڑے بیٹے سے کہتے ہوئے سنا۔ بچن میں نے اپنی کتاب چیتنیا بھاگوت یہیں چھوڑ دی ہے۔ جب میں اسے مانگوں اسے اندر لے آنا۔ انھوں نے کتاب وہاں چھوڑی اور باہر چلے گئے۔ جب کتاب اندر لائی گئی میں نے چپکے سے ایک ورق لے لیا اور ہوشیاری سے چھپا دیا۔ اسے چھپانا ایک اہم کام تھا تاکہ کوئی اسے میرے ہاتھ میں نہ دیکھ لے۔ میرا بڑا بیٹا اس وقت حروف کی مشق کر رہا تھا۔ میں نے اس میں سے بھی ایک چھپا دیا۔ کبھی کبھی میں اس کا مطالعہ کرتی۔ میں اس ورق کے حروف سے ان حرفوں کو ملانے کی کوشش کرتی جو مجھے یاد تھے۔ میں نے ان حروف کو بھی ملانے کی کوشش کی جو کہ میں اپنے دنوں میں سنا کرتی تھی۔ بڑی سخت توجہ اور کوششوں کے ساتھ اور لمبے عرصے کے بعد میں نے پڑھنا سیکھ لیا۔''

حروف سیکھنے کے بعد رش سندری دیوی 'چیتنیا بھاگوت' پڑھنے کے قابل ہوگئی۔ اس نے اپنی تحریر کے ذریعے دنیا کو اُن دنوں کی عورتوں کی زندگی کے بارے میں پڑھنے کا موقع دیا۔ رش سندری دیوی نے ہر روز کی زندگی کے تجربات کو تفصیل سے لکھا۔ ان کی زندگی میں ایسے بھی دن آئے جب انھیں ایک پل کا بھی آرام نہیں تھا۔ یہاں تک کہ کھانے پینے اور بیٹھنے کا بھی وقت نہ تھا۔

اسکول اور تعلیم آج کے دور میں (Schooling and Education Today)

آج کے دور میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں بڑی تعداد میں اسکول جاتے ہیں۔ اب بھی جیسا کہ ہم مشاہدہ کریں گے کہ لڑکے اور لڑکیوں کی تعلیم کے درمیان فرق ہے۔ ہندوستان میں ہر دس سال میں شماری ہوتی ہے۔ جس میں ملک کی تمام آبادی کا شمار ہوتا ہے۔ اس میں ہندوستان میں رہنے والے تمام اشخاص، ان کی عمریں، اسکولی تعلیم، وہ کیا کام کرتے ہیں اور مختلف باتوں کی تفصیلی معلومات جمع کی جاتی ہیں۔ ہم ان معلومات کے ذریعے بہت سی چیزوں کی پیائش کرتے ہیں جیسے کہ خواندہ (Literate) لوگوں کی تعداد، مردوں اور عورتوں کا تناسب۔ 1961 کی مردم شماری کے مطابق تمام مرد اور

رش سندری دیوی اور رقیہ حسین کے معاملے کے برخلاف جنھیں پڑھنا اور لکھنا سیکھنے کی بھی اجازت نہیں تھی آج ہندوستان میں لڑکیوں کی ایک بڑی تعداد اسکول جاتی ہے۔ اس کے باوجود غربت، ناکافی اسکولی سہولیات اور تفریق (Discrimination) کی وجہ سے ہندوستان میں ہر طبقہ اور ہر پس منظر (Background) کے بچوں اور خاص طور سے لڑکیوں کو مساوی اسکولی سہولیات مہیا کرانا آج بھی ایک دشوار مرحلہ ہے۔

پائدار ترقیاتی ہدف
www.in.undp.org

© NCERT not to be republished

لڑکوں کا تقریباً 40 فی صد (7 سال کے اوران سے اوپر) خواندہ تھے (یعنی جو کم سے کم اپنا نام لکھ سکتے تھے) اس کے مقابلے میں صرف 15 فیصد عورتیں اور لڑکیاں خواندہ تھیں۔ 2011 کی حالیہ مردم شماری میں یہ تعداد مردوں اور لڑکوں کے لئے بڑھ کر 82 فی صد ہو گئی اور عورتوں اور لڑکیوں کے لئے 65 فی صد۔ اس کے معنی ہیں کہ وہ مرد و عورت جو کہ پڑھنے کے قابل ہیں یا جنھوں نے کم از کم کچھ اسکول تعلیم حاصل کی ہے ان کے تناسب میں اضافہ ہوا ہے لیکن جیسا کہ آپ بھی دیکھ سکتے ہیں کہ مردوں کا فی صد، عورتوں سے ابھی بھی زیادہ ہے، فاصلہ ابھی مٹا نہیں ہے۔

نیچے ایک جدول دکھایا گیا ہے جس میں مختلف سماجی گروپ سے تعلق رکھنے والے ان لڑکوں اور لڑکیوں کا فی صد بتایا گیا ہے جنھوں نے اسکول درمیان میں ہی چھوڑ دیا۔ درج ذیل ذات (شیڈولڈ کاسٹ SC) دلتوں کے لئے ایک سرکاری لفظ ہے۔ اور آدی واسیوں کے لئے شیڈولڈ ٹرائب ST ہے۔

اسکولی سطح	کل			ایس سی (SC)			ایس ٹی (ST)		
	لڑکے	لڑکیاں	کل	لڑکے	لڑکیاں	کل	لڑکے	لڑکیاں	کل
پرائمری (1-5 کلاس)	4.36	3.88	4.13	4.71	4.20	4.46	7.02	6.84	6.93
ابتدائی اسکول (6-8 کلاس)	3.49	4.60	4.03	5.00	6.03	5.51	8.48	8.71	8.59
سیکنڈری (9-10 کلاس)	17.21	16.88	17.06	19.64	19.05	19.36	24.94	24.40	24.68

ماخذ: Select Education Survey GOI 2003-2004

کتنے فی صد بچے ابتدائی سطح پر تعلیم نامکمل چھوڑ دیتے ہیں؟

تعلیم کی کس سطح پر اسکول چھوڑنے والے بچوں کی شرح سب سے زیادہ ہے؟

آپ کے خیال میں آدی واسی لڑکوں اور لڑکیوں کا اسکول چھوڑ دینے کا فی صد کسی دوسرے گروپ سے زیادہ کیوں ہے؟

آپ نے غالباً اوپر کے جدول میں توجہ دی ہوگی کہ .S.C اور .S.T لڑکیوں کا اسکول چھوڑنے کا تناسب کل لڑکیوں کے تناسب سے زیادہ ہے۔ اس کا مطلب وہ لڑکیاں جو کہ دلت (SC) اور آدی واسی (ST) خاندانوں سے تعلق رکھتی ہیں انکا رشتہ اسکول سے کم ہوتا ہے۔ 2011 کی مردم شماری میں یہ بھی پایا گیا کہ مسلم لڑکیاں بھی ان دلت اور آدی واسی لڑکیوں سے کم ہیں جو کہ پرائمری اسکول کی تعلیم پورا کرتی ہیں۔ جہاں ایک مسلم لڑکی اسکول میں 3 سال گزارتی ہے وہیں دوسرے طبقات کی لڑکیاں اسکول میں 4 سال گزارتی ہیں۔

مسلم، دلت اور آدی واسی طبقات کے بچوں کے اسکول چھوڑنے کی بہت سی وجوہات ہیں۔ ملک کے مختلف حصوں میں، خاص طور سے دیہی اور غریب علاقوں میں نہ تو مناسب اسکول ہیں اور نہ ہی مستقل بنیاد پر تعلیم دینے والے استاد ہیں۔ اگر اسکول لوگوں کے گھروں سے قریب نہیں ہے اور وہاں آنے جانے کا کوئی انتظام جیسے کہ بسیں اور

© NCERT not to be republished

گاڑیاں نہیں ہیں تو والدین اپنی بچیوں کو اسکول بھیجنا نہیں چاہتے۔ بہت سے خاندان بہت غریب ہیں اور اپنے تمام بچوں کے تعلیم کے اخراجات برداشت کرنے سے قاصر ہیں۔ ایسی حالت میں لڑکوں کو افضلیت دی جاتی ہے۔ بہت سارے بچے اس وجہ سے بھی اسکول چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ ان کو اپنے استاد اور کلاس کے ساتھیوں سے امتیاز کا سامنا ہوتا ہے جس طرح کہ اوم پرکاش والمکی کے ساتھ ہوا تھا۔

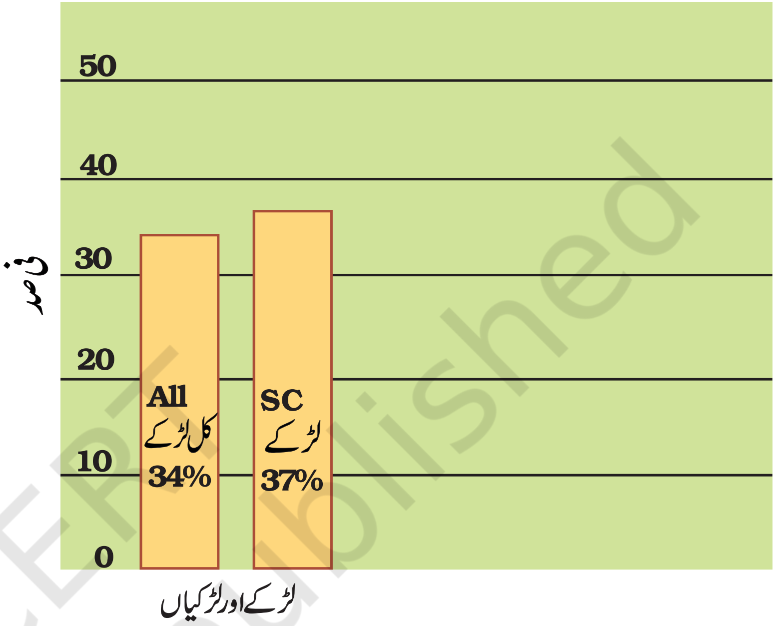

دیے گئے جدول سے پرائمری کلاس میں اسکول چھوڑ دینے والے بچوں کے اعداد و شمار کو بار ڈائیگرام (Bar Diagram) میں تبدیل کیجیے۔ پہلے دو فی صدی کو بائیں طرف بار ڈائیگرام میں تبدیل کر کے دکھایا گیا ہے۔

خواتین کی تحریک (Women's Movement)

خواتین اور لڑکیوں کو اب پڑھنے اور اسکول جانے کا حق حاصل ہے ایسے دوسرے شعبے بھی ہیں جیسے قانونی اصلاح، تشدد اور صحت جہاں خواتین اور لڑکیوں کی حالت بہتر ہوئی ہے۔ یہ تبدیلیاں خود سے نہیں آئیں خواتین نے انفرادی اور اجتماعی طور پر اس تبدیلی کے لیے جدو جہد کی ہے۔ اس جدو جہد کو تحریک نسواں سے جانا جاتا ہے۔ ملک کے مختلف حصوں سے خواتین انفرادی طور پر اور خواتین کی تنظیمیں اس تحریک کا حصہ ہیں۔ بہت سے مرد بھی خواتین کی تحریک کی حمایت کرتے ہیں اس میں شامل لوگوں کے باہمی تنوع جوش و جذبے اور ان کی کوششوں نے اس کو بہت شاندار تحریک بنا دیا ہے۔ بیداری پھیلانے، امتیاز (Discrimination) سے لڑنے اور انصاف کی تلاش میں مختلف تدابیر اختیار کی گئی ہیں۔ نیچے اس جدو جہد کی چند جھلکیاں پیش کی گئی ہیں۔

© NCERT not to be republished

مہم چلانا (Campaigning)

عورتوں کے خلاف تفریق اور تشدد سے لڑنے کی مہم چلانا تحریکِ نسواں کا اہم حصہ ہے۔ ان مہموں کی وجہ سے نئے قوانین منظور کیے گئے ہیں وہ عورتیں جو اپنے گھر کے اندر جسمانی اور ذہنی تشدد کا شکار ہیں۔ جسے گھریلو تشدد (Domestic Violence) بھی کہا جاتا ہے۔ ان کو قانونی حفاظت دینے کے لیے 2006 میں ایک قانون منظور کیا گیا۔

اسی طرح عورتوں کی تحریک کی کوششوں سے سپریم کورٹ نے 1997 میں عورتوں کو ان کے کام کی جگہوں پر اور تعلیمی اداروں کے اندر جنسی استحصال (Sexual Harassment) سے تحفظ دینے کے لیے رہنما اصول لیے ہیں۔

مثال کے طور پر 1980 کی دہائی میں پورے ملک میں عورتوں کی جماعتوں نے جہیز سے اموات (dowry death) کے خلاف آواز اٹھائی۔ ان معاملات میں جن میں نوجوان دلہنوں کو ان کے شوہروں اور سسرالیوں نے زیادہ جہیز کے لالچ میں قتل کر دیا، عورتوں کی جماعتوں نے انصاف دلانے میں ناکامی کے خلاف آواز اٹھائی۔ انھوں نے یہ کام عدالت کے دروازے کھٹکھٹا کر، گلیوں میں احتجاج کر کے اور معلومات کو ایک دوسرے تک پہنچا کر کیا۔ نتیجتاً یہ اخبارات اور سماج میں ایک عوامی مسئلہ بن گیا اور جہیز مانگنے والے خاندانوں کو سزا دلانے کے لیے جہیز کے قوانین میں تبدیلی کی گئی۔

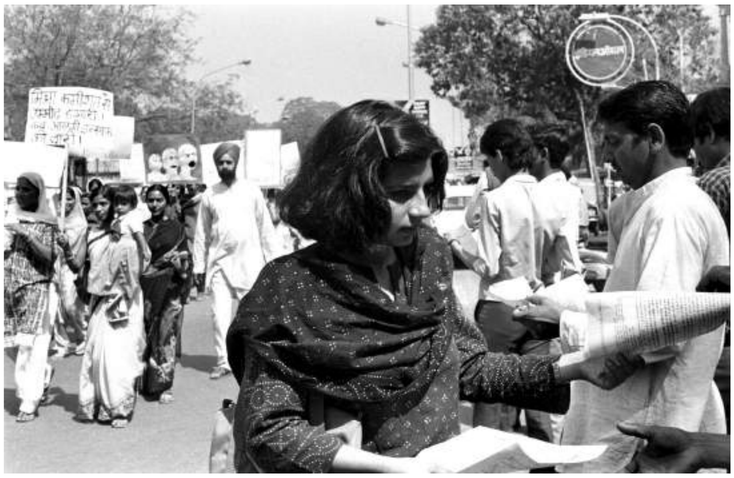

ستیارانی عورتوں کی تحریک کی ایک فعّال ممبر ہے۔ اپنی بیٹی کا جہیز کی خاطر قتل کر دیے جانے پر انصاف کی تلاش میں لمبی قانونی لڑائی کے دوران اکٹھی کی گئی قانونی فائلوں سے گھری ہوئی سپریم کورٹ کی سیڑھیوں پر بیٹھی ہوئی ہیں۔

بیداری پیدا کرنا (Raising Awareness)

حقوقِ نسواں کے معاملات پر عوامی بیداری پیدا کرنا تحریک نسواں کے کام کا ایک اہم حصہ ہے۔عوامی جلسوں گانوں اور نکڑ ناٹکوں (street plays) کے ذریعے ان کے پیغام کو پھیلایا گیا ہے۔

احتجاج (Protesting)

جب بھی عورتوں کے خلاف تشدد کے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ عورتوں کی تحریکیں اپنی آواز اٹھاتی ہیں۔ یا مثال کے طور پر جب کوئی قانون یا پالیسی ان کے مفاد کے خلاف کام کرتی ہے تو عوامی ریلیاں اور مظاہرے، ناانصافی پر لوگوں کی توجہ کھینچنے کے بہت کامیاب ہتھیار ہیں۔

اتحاد کا مظاہرہ (Showing Solidarity)

خواتین کی تحریک دوسری خواتین اور مقاصد کے تئیں جذبۂ ہمدردی و اتحاد کے مظاہرے سے بھی سروکار رکھتی ہے۔

اوپر: خواتین شمع روشن کر کے ہندوستان اور پاکستان کے عوام کے درمیان اتحاد کا اظہار کر رہی ہیں۔ ہر سال 14 اگست کو کئی ہزار لوگ ہندوستان اور پاکستان کے واگھا سرحد پر اکٹھے ہو کر ثقافتی پروگرام کا انعقاد کرتے ہیں۔

نیچے: 8 مارچ کو بین الاقوامی یومِ نسواں (International Women's Day) پر پوری دنیا کی خواتین اپنی کوششوں کا جشن منانے اور نیاپن لانے کے لیے یکجا ہوتی ہیں۔

مشق

1۔ عورتیں کیا کرسکتی ہیں اور کیا نہیں کرسکتیں اس کے متعلق روایتیں کہاں تک عورت کے حق مساوات پر اثر انداز ہوتی ہیں؟

2۔ رش سندری دیوی، رامابائی اور رقیہ جیسی عورتوں کے لیے حروف سیکھنا اتنا اہم کیوں تھا۔کوئی ایک وجہ بتائیے۔

3۔ ''غریب لڑکیاں اسکولی تعلیم نامکمل چھوڑ دیتی ہیں کیونکہ انھیں تعلیم حاصل کرنے میں دلچسپی نہیں ہوتی''۔صفحہ 62 پر دیے گئے آخری پیراگراف کو دوبارہ پڑھیے اور واضح کیجیے کہ یہ بیان درست کیوں نہیں ہے۔

4۔ کیا آپ ایسے دو طریقے پیش کر سکتے ہیں جو تحریک نسواں کے مسائل پیش کرتے ہوئے اٹھائے۔ اگر آپ کو روایتوں کے خلاف کسی جدوجہد کی ابتدا کرنی ہوتی اس کے متعلق کہ عورتیں کیا کرسکتی ہیں اور کیا نہیں تو آپ کون سا طریقہ اختیار کرتے جن کے متعلق آپ پڑھ چکے ہیں۔ آپ اس خاص طریقے کو کیوں چنیں گے؟

فرہنگ

روایتی نقطۂ نظر (Stereotypes): جب ہم یہ تسلیم کر لیتے ہیں کہ کسی خاص مذہب، دولت اور زبان سے تعلق رکھنے کی بنیاد پر لوگ کچھ مقرر خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں اور وہ کچھ چنے ہوئے کام ہی کر سکتے ہیں تو ہم ایک روایتی نقطۂ نظر کی تخلیق کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اس باب میں ہم نے دیکھا کہ کس طرح لڑکوں اور لڑکیوں کو چند مضامین چننے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اس لیے نہیں کہ وہ اس کا رجحان رکھتے ہیں بلکہ اس لیے کہ وہ لڑکے ہیں یا لڑکیاں روایتی نقطۂ نظر میں لوگوں کو منفرد حیثیت سے دیکھنے سے باز رکھتا ہے۔

امتیاز (Discrimination): جب ہم عوام کے ساتھ مساوی سلوک نہیں کرتے یا عزت سے پیش نہیں آتے تو ہم امتیاز کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب لوگ یا تنظیمیں تعصّب کی بنا پر عمل کرتی ہیں۔ عام طور پر اس وقت امتیاز کیا جاتا ہے جب ہم کسی کے ساتھ مختلف طریقے سے برتاؤ کرتے ہیں یا کسی کو جدا سمجھتے ہیں۔

خلاف ورزی (Violation): جب کوئی طاقت کے زور پر قاعدہ قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے یا کھلم کھلا گستاخی کرتا ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس نے بے حرمتی کا ارتکاب کیا ہے۔

جنسی استحصال (Sexual Harassment): جب کسی عورت کی مرضی کے خلاف اس کے ساتھ جنسیاتی طور پر جسمانی یا ذہنی تکلیف پہنچائی جاتی ہے اسے جنسی استحصال کہتے ہیں۔

© NCERT not to be republished